اللہ علیہ وسلم موجود ہوتے اور دنیا کی قیادت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مسائل کے حل کرنے میں کامیاب ہو جاتے اور دنیا کو امن اور خوشحالی کا گہوارہ بنا دیتے۔

پروفیسر آرنلڈ مسلم دور حکومت کی بہت سی مثالیں تحریر کر کے لکھتے ہیں کہ رومی سلطنت کے وہ صوبے جن کو مسلمانوں نے تیز رفتاری سے فتح کیا تھا۔ انہوں نے اچانک اپنے آپ کو ایک ایسی رواداری کے ماحول میں پایا جو کئی صدیوں سے ان کے لئے نامعلوم بنی ہوئی تھی اس قسم کی رواداری ساتویں صدی کی تاریخ میں کس قدر حیرت ناک تھی۔

(بحوالہ مکالمہ بین المذاہب کی مذہبی بنیادیں۔ مصنف پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی صاحب)

بہر حال اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کے اصول اقوام عالم کیلئے امن وسلامتی، اخلاقیات، مذاہب کے ساتھ باہمی رابطے و مکالماتی ہر ذی حق کو حق ملنے اور یہاں تک کہ جانوروں کے ساتھ بھی بھلائی کرنے کا حکم) بہترین بنیادوں پر استوار ہیں۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ مذہبی بنیادوں پر مذہبی سکالر آگے آ کر مکالمے کے ذریعے مذہبی اختلاف کی وجہ سے جو تصادم کی فضاء قائم ہو چکی ہے اس تصادم کو ختم کر دے۔ اختلاف بین المذاہب ایک فطری چیز ہے اور ہر کوئی اپنے دین کو دین حق سمجھتا ہے اور یہ سمجھنا ایک فطری عمل ہے یہ اختلاف تو اپنی حدود میں برقرار رہنے میں کوئی حرج نہیں مگر جو تصادم اور امن و امان کی صورتحال بگڑتی نظر آ رہی ہے اس کا خاتمہ ہو جائے اور آنے والی نسل کو تحفظ فراہم کرے اور اس کے لئے بین الاقوامی سطح پر اتحاد کو فروغ دیں اللہ کرے کہ یہ خوشنما موضوع اقوام عالم کے لئے امن وسلامتی کا بہترین سیسہ پلائی دیوار ثابت ہو اور دنیا عالم امن وسلامتی کا گہوارہ بن کر انسانوں کی خوشحالی کا سبب بنے۔ وندعو اللہ التوفیق

......☆☆☆☆☆......

قارئین کے لئے خوشخبری

جامعہ المرکز الاسلامی کی شاندار تحفۂ علیمہ

کتاب ”**اسلام اور تفریحات**“ تحقیق وتخریج عظمت اللہ بنوی۔

عنقریب منظر عام پر آئے گی۔ شائقین علوم اپنے لئے کاپی محفوظ کر لیں۔ اس کتاب میں دنیا بھر کے کھیل کود اور تفریحات پر شرعی نقطۂ نظر بیان کیا گیا ہے۔ جس کے ساتھ ساتھ اسلامی سیر وتفریح پر بھی بحث کی گئی ہے۔

بیروزگاری کے مسئلے کا اسلامی حل

پروفیسر حافظ سید خالد محمود ترمذی

صدر شعبہ اسلامیات گورنمنٹ ڈگری کالج نمبر ٢ ڈیرہ اسماعیل خان

بسم اللہ ولہ الحمد وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہٖ محمد وعلی الہٖ واصحابہٖ وسلم o

آج کل بیروزگاری کا مسئلہ ہر ملک کے لئے ایک سنگین مسئلہ بنا ہوا ہے خواہ وہ ترقی یافتہ ہے یا ترقی پذیر اس کی سنگینی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اسی کی بدولت نازی جرمنوں اور اٹلی میں فاشسٹوں نے جنم لیا جنہوں نے دنیا کو جنگ دوم میں الجھا دیا۔ امریکہ اور برطانیہ جیسے ترقی یافتہ ممالک اس کی زد میں ہیں جنہوں نے بیروزگاری یا گذارہ الاؤنس کے ذریعے اس کی سنگینی کو وقتی طور پر کم کرنے کی کوشش کی ہے لیکن یہ مسئلے کا کوئی مستقل حل نہیں ہے۔

مختصر تاریخ:

مسئلے کی قدامت کا اندازہ اس امر سے بخوبی ہوتا ہے کہ اسلام کو بھی اپنے اوائل میں ہی اس کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ ابتداء میں مکی معاشرے کے مالی طور پر کمزور، غریب افراد اور غلاموں کی اکثریت نے اسلام قبول کیا جیسا کہ سورۂ عبس کے الفاظ شاہد ہیں اور سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے طرزِ عمل سے ظاہر ہے کہ آپ ستم رسیدہ غلاموں کو ان کے ظالم مالکوں سے خرید کر آزاد کیا کرتے تھے۔

اسی لئے اسلام نے اپنے آغاز کار میں ہی بیروزگاری کے سنگین مسئلے کے حل اور امداد باہمی کا بے مثال نظام قائم کرنے کی طرف روز اول سے بھرپور توجہ دی اور ترغیب وترہیب کے ذریعے مسلمانوں کو فقراء یتامیٰ، مساکین اور محروم معاش افراد کی اعانت وامداد کے لئے آمادہ وتیار کیا بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر اسے اہل ثروت اور مالدار مسلمانوں کے لئے ایک لازمی فرض اور ان کے اموال پر عائد ایک واجب الاداحق کے طور پر پیش کیا۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو ممکن ہے اسلام کی دعوت کو اپنی ابتداء میں ہی ایسا دھچکا لگتا جسے جرمن اور رومن جیسی طاقتور قومیں نہیں سہ سکیں۔ لیکن اسلام نے اس کا مستقل پائیدار اور پرامن حل نہ صرف تجویز کیا بلکہ اس پر عمل کر کے اسے رہتی دنیا تک کے لئے لازوال مثال بنا دیا اور مؤاخاۃ کی صورت میں ایسا بے نظری نظام تشکیل دیا جو آئندہ نسلوں تک رہنمائی کرتا رہے گا۔

یتامیٰ کی قدر ومنزلت:

یتامیٰ کی باعزت افزائی کیا کم ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو در یتیم کے طور پر پیدا فرمایا جیسا کہ سورۃ الضحیٰ کے الفاظ سے ظاہر ہے جو بعثت کے بعد بالکل ابتدائی ایام کی سورت ہے (٢) فرمایا:

الم یجدک یتیما فاویٰ ووجدک ضالا فھدیٰ. ووجدک عائلا فأغنیٰ فا ما الیتیم فلا تقھر . واما السائل

فلا تنهر. واما بنعمة ربک فحدث.

ترجمہ:۔کیا اسی نے آپ کو یتیم پا کر ٹھکانا نہیں دیا اور آپ کو ناواقف راہ پا کر ہدایت نہیں دی اور آپ کو تنگدست پا کر تونگر نہیں بنا دیا پس یتیم پر سختی نہ کریں اور سائل کو نہ جھڑکیں اور اپنے رب کی نعمت کا اظہار کریں۔(۳)(ابن کثیر حمزۃ،عمہ،صف ۱۷)

مسکین کو کھانا کھلانے کی وعید:

اسی طرح سورۃ المدثر (یہ بھی بعثت کے بعد کی اولین سورتوں میں سے ہے(۴)) کا مضمون ہے کہ اہل جنت جب مجرمین سے پوچھیں گے:

ماسلککم فی سقر. قالو الم نک من المصلین ولم نک نطعم المسکین.

ترجمہ:۔تمہیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی تو وہ کہیں گے کہ ہم نماز پڑھنے والوں میں نہ تھے اور مسکین کو کھانا نہ کھلاتے تھے۔(۵)

اسی دور کی ایک اور سورۃ الحاقۃ میں مجرم کے بارے میں فرمانِ الٰہی ہے:

خذوه فغلوه. ثم الجحيم صلوه. ثم فی سلسلة ذرعها سبعون ذراعا فاسلکوه، انه' کان لایومن باالله العظیم ولا یحض علیٰ طعام المسکین.

ترجمہ:۔اسے پکڑلو پھر اسے طوق پہنا دو پھر اسے دوزخ میں ڈال دو پھر اسے اس زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز کی ہے جکڑ دو بے شک یہ خدائے بزرگ و برتر پر ایمان نہ رکھتا تھا اور مسکین کے کھلانے پر رغبت نہ دیتا تھا۔(۶)

غالباً اسی سورت کو سن کر حضرت ابوالدرداءؓ نے اپنی بیوی سے وہ الفاظ کہے جنہیں ابوعبید نے اپنی کتاب الاموال میں نقل کیا ہے، اے ام درداء! اللہ کے ہاں ایک زنجیر ہے جسے مسلسل جہنم کی آگ میں تپایا جا رہا ہے حتیٰ کہ اسے لوگوں کی گردنوں میں دیا جائے گا اللہ تعالیٰ نے ہم دونوں کو ایمان کی توفیق دے کر اس کے نصف عذاب سے تو بچا لیا ہے باقی نصف سے بچنے کے لئے تمہیں چاہیے کہ تم مجھے مسکین کو کھلانے کی ترغیب دیا کرو۔

سائل و محروم کا مقررہ حق:

سورۃ الذاریات (جس کا زمانہ نزول ہجرت حبشہ سے متصل ہے(۸) میں بتایا گیا ہے کہ نیک لوگ جنت کے مستحق اس لئے ہوئے ہیں:

کانوا قلیلا من اللیل ما یهجعو ن. وبالا سحارهم یستغفرون. وفی أموالهم حق للسائل والمحروم.

ترجمہ:۔وہ اپنی گذشتہ زندگی میں راتوں کو کم سوتے تھے اور رات کے پچھلے پہروں میں (اللہ سے معافی مانگتے تھے) اور ان کے اموال میں سائل و محروم کا حق تھا۔(۹)

اسی طرح سورۃ المعارج (یہ بھی ہجرت حبشہ سے متصل زمانہ کی سورت ہے)(۱۰) میں جہاں آخرت کے عذاب کی شدت کو بیان کرتے ہوئے یہ ذکر ہے کہ اس دن مجرم یہ خواہش کرے گا کہ وہ عذاب سے بچنے کے لئے اپنی اولاد، بیوی، عزیز و اقارب، بھائی پناہ دینے

والے اور روئے زمین کے تمام لوگوں کو فدیہ میں دے دے لیکن وہ اس عذاب سے نہیں بچ سکے گا۔ وہ تو گوشت پوست کو چاٹ جانے والی بھڑکتی ہوئی آگ ہوگی جو ہر اس شخص کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی جس نے حق سے منہ موڑ اور پیٹھ پھیری، مال جمع کیا اور سنبھال کر رکھا۔ اس کے بعد انسان کی فطری کمزوری کا ذکر ہے کہ انسان چھوٹے دل کا پیدا کیا گیا ہے جب اس پر کوئی افتاد پڑتی ہے تو چیخ اٹھتا ہے اور جب خوشحال ہوتا ہے تو بخیل بن جاتا ہے، اس عیب سے صرف وہی لوگ بچے ہوئے ہیں:

الذین هم علی صلاتهم دائمون . والذین فی امو الهم حق معلوم للسائل والمحروم .

ترجمہ:۔ جو نمازوں کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں اور ان کے مالوں میں سائل ومحروم کا مقررہ حق ہے۔ (۱۱)

سائل ومحروم اور مسکین کی تعریف:

یہاں سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ کیا بیروزگار سائل ومحروم فقیر اور مسکین کے ذیل میں آتے ہیں کیونکہ ہمارے مروجہ نظریات سائل ومحروم اور فقراء مساکین کے بارے میں کافی مختلف ہیں ہم تو ان کو فقیر سمجھتے ہیں جو گلیوں بازاروں اور محلوں میں مانگتے کھاتے پھرتے ہیں جبکہ اکثر بیروزگار ایسا نہیں کرتے تو اس کا بہتر طریقہ یہی ہے کہ لغات اور کتب تفاسیر واحادیث میں ان الفاظ کی تعریف دیکھ لیں۔

فقر کے اصل معنی حاجت کے ہیں اور فقیر ہر وہ شخص ہے جو اپنی ضرورت سے کم معاش پانے کے باعث مدد کا محتاج ہو۔ (۱۲)

ابوداؤد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ فرماتے ہیں سائل کا حق ہے گو وہ گھوڑے پر سوار آئے، محروم وہ ہے جس کا کوئی حصہ بیت المال میں نہ ہو خود اس کے پاس کوئی کام کاج نہ ہو صنعت وحرفت جانتا نہ ہو جس سے روزی کما سکے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں اس سے وہ لوگ مراد ہیں کہ کچھ سلسلہ کمانے کا کر رکھا ہو لیکن اتنا نہیں پاتے کہ کافی ہوجائے۔ حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں وہ شخص کا تمام مال واسباب بہا لے گئی تو ایک صحابی نے فرمایا یہ محروم ہے اور بزرگ مفسرین فرماتے ہیں محروم وہ شخص ہے جو باوجود حاجت کے سوال نہیں کرتا۔ (۱۳) صحیحین کی ایک حدیث میں خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکین کی یہ تعریف کی ہے:

الذی لایجد غنی یغنیه ولا یفض نیتصدق علیه ولا یقوم فیسأل الناس .

یعنی جسے ایسے وسائل میسر نہیں کہ تونگر کردیں جس کا فقر ظاہر نہیں کہ لوگ خیرات دیں جو خود سوال کے لئے خود کھڑا نہیں ہوتا کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے پھر اسی حدیث میں ان کیفیت سورۂ بقرہ کی اس آیت میں بیان کی ہے:

یحسبهم الجاهل اغنیاء من التعفف .تعرفهم بسیماهم .لا یسئلون الناس الحافاً .

ان کی خوداری کا یہ عالم ہے کہ ناواقفِ حال سمجھے کہ یہ خوشحال ہیں تم انہیں ان کے چہروں سے پہچان سکتے ہو مگر وہ لوگوں سے لپیٹ کر کبھی سوال نہیں کرتے۔ (۱۴)

ان سے مراد وہ علماء بھی ہیں جن کو درس وتدریس میں مصروفیات کی وجہ سے کمانے کی فرصت ہی نہ ملتی ہو۔

حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ مسکین وہ شخص ہے جو کما نہ سکتا ہو یا کمانے کا موقع نہ پاتا ہو۔(۱۵) اس تعریف کی رو سے تمام وہ غریب بچے جو ابھی کمانے کے قابل نہ ہوئے ہوں اور اپاہج اور بوڑھے جو کمانے کے قابل نہ رہے ہوں اور بے روزگار یا بیمار جو عارضی طور پر کمانے سے معذور ہو گئے ہوں مسکین ہیں۔(۱۶)

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد اپنی تصنیف ترجمان القرآن میں رقمطراز ہیں۔قوم کے تمام ایسے افراد جن پر وسائل معشیت کی تنگی کی وجہ سے معشیت کے دروازے بند ہو رہے ہوں اور اگر چہ وہ خود پوری طرح ساعی ہوں لیکن نہ تو نوکری (روزگار) ملتی ہو نہ کوئی اور راہ معشیت نکلتی ہو یقیناً ''مساکین'' میں داخل ہیں۔

ایسے افراد جو خوشحال تھے لیکن کاروبار کی خرابی کی وجہ سے یا کسی اور ناگہانی مصیبت کی وجہ سے مفلس ہو گئے ہوں اگرچہ اپنی پچھلی حیثیت کی بناء پر معزز سمجھے جاتے ہوں حکماً ''مساکین'' میں داخل ہیں۔(۱۷)

بیروزگاری کے اسباب:

بیروزگاری کی تاریخ اور اس کی قدامت متعین کرنے کے بعد آئے اب ہم اس کے اسباب اور وجوہات کا کھوج لگاتے ہیں تاکہ ان اسباب اور وجوہات کو دور کرکے اس کا حل تلاش کیا جا سکے جیسا ثابت ہوا کہ یہ مسئلہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے یا آج کی پیداوار نہیں ہے بلکہ یہ اتنا ہی پرانا ہے جتنا ہی بنی نوع انسان کی تاریخ کیونکہ انسان کا بنیادی مسئلہ ازل سے معاش رہا ہے اس لئے اس کی چند وجوہات تو وہی پرانی ہیں یعنی جنگ و جدل، لوٹ مار اور قتل و غارتگری ہجرت یا ترکِ وطن پر مجبور کر دیا جانا جیسے اوائل اسلام میں مسلمانوں کو ہجرت حبشہ اور پھر ہجرت مدینہ پر مجبور کیا گیا اور سودی معیشت پر مبنی ظالمانہ سرمایہ دارانہ نظام تعجب خیز اور حیران کن امر یہ ہے کہ جس طرح قبل اسلام میں یثرب (مدینہ) کے یہودیوں نے جزیرہ نما عرب کے مفلس اور بے مایہ عربوں کو اپنے سودی معیشت پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام کے شکنجوں میں جکڑا ہوا تھا آج انہی کے جانشینوں نے نہ صرف امریکہ، یورپ بلکہ تمام دنیا اور تمام عالم اسلام کو بھی اپنے خونی نظام کے شکنجوں میں کسا ہوا ہے اور اسی کے بل بوتے پر اسرائیل کی صورت میں عربوں کے سینے پر مونگ دل رہے ہیں۔

سرمایہ داری:

اسلامی معیشت کے ماہر سید قطب شہید اپنی کتاب ''شہادت حول الاسلام'' میں لکھتے ہیں:

سرمایہ داری نظام یورپ کی پیداوار یہ مشین کی ایجاد کا نتیجہ تھا جو اتفاق سے یورپ میں ایجاد ہوئی اور وہیں سے دنیا کے باقی حصوں میں پھیلی.....اس کی فطری ارتقاء کے نتیجے میں دولت بتدریج سمٹ کر چند سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں آ گئی اور غریب اور مزدور اپنی جائداد اور دولت غرض سے سب کچھ سے محروم ہو گئے، اس سے سرمایہ داروں کو سستے مزدور حاصل کرنے میں بڑی آسانی ہو گئی (جن کی محنت و مشقت کے طفیل ان کی دولت اور تجارت میں بے تحاشا اضافہ ہوا۔اس کے باوجود انہوں نے مزدوروں کی اجرتوں میں کوئی اضافہ نہ

کیا۔ مزدوروں کے ان قلیل معاوضوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ سرمایہ دار ممالک کے باشندوں کی قوتِ خرید گھٹ گئی اور ان کا تیار کردہ سامان یونہی پڑا رہے گا چنانچہ سرمایہ داروں کو اپنا مال فروخت کرنے کے لئے نئی منڈیوں کی تلاش ہوئی جس نے نوآبادیاتی نظام نیز منڈیوں اور خام مال کے بارے میں بین الاقوامی رقابتوں کو جنم دیا اور بالآخر معاملہ اپنے ناگزیر منطقی نتیجے میں تباہ کن جنگوں تک جا پہنچا۔ (۱۸)

جبکہ جدید ماہرین معاشیات (خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم) کا خیال اس کے برعکس ہے وہ کہتے ہیں کہ سرمایہ کو مزدوروں میں بانٹ دینے سے ان کی تنخواہیں اور معاوضے بڑھانے سے خرچ بڑھ جائے گا۔

سرمایہ کم ہو جائے گا اور نتیجتاً سرمایہ کاری بھی گھٹ جائے گی۔ عموماً سرمایہ داری جمع پونجی کا تھوڑا سا حصہ خرچ کرتے ہیں اور زیادہ حصہ دوبارہ سرمایہ کاری میں لگا دیتے ہیں جس سے پیداوار بڑھتی ہے اور وسائل پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے۔ ان کے خیال میں ہماری فی کس آمدنی میں کمی کی بنیادی وجہ سرمایہ کی کمی ہے (جس کا باعث مزدوروں کے معاوضوں میں زیادتی (اضافہ) ہے) جس کا نتیجہ بے روزگاری اور قوتِ خرید میں کمی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ (۱۹)

جبکہ اسلامی معیشت کے ایک اور ماہر مولانا مودودی کا قول اس کے بالکل برعکس ہے وہ اپنی کتاب ''اسلام اور جدید معاشی نظریات'' میں جدید سرمایہ داری میں اصلاح کی غرض سے جو تغیرات'' ترمیمات اور اصلاحات کی گئی ہیں ان کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''لیکن ان تمام تغیرات، ترمیمات اور اصلاحات کے باوجود ابھی تک نظام سرمایہ داری کے بنیادی عیوب جوں کے توں باقی ہیں۔ ابھی تک بیروزگاری کا استیصال نہیں ہوسکا ہے بلکہ زمانہ جنگ کے سوا دوسرے تمام حالات میں یہ ایک مستقل مرض ہے جو نظام سرمایہ داری کے تحت سوسائٹی کو لگا رہتا ہے۔ امریکہ جیسے ملک میں جس کی صنعت وحرفت اور پیداوارِ دولت آسمان عروج کو پہنچتی ہوئی ہے جنگی مشاغل کم ہوتے ہی ۳۲ لاکھ سے زیادہ آدمی بیکار ہو گئے اپریل ومئی ۱۹۴۹ء کے درمیان ان کی تعداد ۳۵ لاکھ سے اوپر ہو گئی اور جون میں ۴۰ لاکھ تک جا پہنچی، تجارت وصنعت کی گرم بازاری کا زمانہ ہو یا سرد بازاری کا، بے روزگاری کم وبیش ہر حال میں نظام سرمایہ داری کی جزو لاینفک بنی رہتی ہے۔''

ابھی تک وہ عجیب وغریب معمہ جوں کا توں ہے کہ ایک طرف تو کروڑہا انسان ضروریات زندگی کے حاجت مند موجود ہیں بے حد وحساب قدرتی وسائل موجود ہیں جنہیں استعمال کر کے مزید اشیاء تیار کی جاسکتی ہیں اور لکھو کھا آدمی ایسے موجود ہیں جنہیں کام پر لگایا جاسکتا ہے لیکن دوسری طرف نظامِ سرمایہ داری دنیا کی ضرورت اور امکانی کھپت سے بہت کم مال جو تیار کرتا ہے وہ بھی بازار میں پڑا رہتا ہے کیونکہ لوگوں کی قوتِ خرید کم ہے اور جب تھوڑا مال ہی نہیں نکلتا تو مزید آدمیوں کو کام پر لگانے اور قدرتی وسائل کو استعمال کرنے کی ہمت نہیں کی جاسکتی اور جب آدمی کام پر ہی نہیں لگائے جاتے تو ان میں قوتِ خرید پیدا ہونے کی کوئی صورت نہیں۔

ابھی تک نظام سرمایہ داری کا یہ عیب بھی اپنی جگہ قائم ہے کہ ریاست، سوسائٹی، مال دار طبقہ غرض کوئی بھی اپنے آپ کو ان لاکھوں کروڑوں آدمیوں کی کفالت اور دست گیری کا ذمہ دار نہیں سمجھتا جو قابلِ کار ہونے کے باوجود بے کار ہوں یا ابھی قابلِ کار نہ ہوئے ہوں یا

مستقل یا عارضی طور پر ناکارہ ہوگئے ہوں ابھی تک نظامِ سرمایہ داری کو وہ بیماری لگی ہوئی ہے جسے کاروبار کا چکر (Trade Cycle) کہتے ہیں جس میں ہر چند سال کی گرم بازاری کے بعد دنیا کی معیشت پر کساد بازاری کے دورے پڑتے رہتے ہیں کاروبار پوری تیز رفتاری کے ساتھ مزے سے چل رہا ہوتا ہے کہ یکایک تجار محسوس کرتے ہیں کہ جو مال ان کے گوداموں میں آرہا ہے وہ مناسب رفتار سے نکل نہیں رہا وہ ذرا فرمائشیں روکتے ہیں۔ صناع یہ حال دیکھ کر مال کی تیاری سے ہاتھ کھینچتے ہیں۔ سرمایہ دار قرض سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے اور پہلے کا دیا ہوا بھی واپس مانگنے لگتا ہے۔ کارخانے بند ہونے شروع ہوتے ہیں بے روزگاری بڑھتی ہے قیمتیں گرنی شروع ہوتی ہیں تاجر اور گاہک مزید قیمتیں گرنے کی امید پر فرمائش اور خریداری سے ہاتھ روکتے ہیں۔ چلتے ہوئے کارخانے بھی پیداوار کم کر دیتے ہیں بے روزگاری اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ کساد بازاری میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے پھر یکایک رخ بدلتا ہے۔ آہستہ آہستہ چڑھا شروع ہو جاتا ہے اور پھر گرم بازاری کا دور آجاتا ہے۔ یہ چکر (Trade Cycle) نظامِ سرمایہ داری کے لئے ایک مستقل مرض بن چکا ہے۔ جس کا ابھی تک کوئی علاج دریافت نہیں ہوا۔ (۲۱) اور اسے معاشی اصطلاح میں (Cyclical Unemloymant) کہا جاتا ہے۔

۲سودی معیشت جو سرمایہ داری کی پہلی بنیاد ہے:

سودی بینک اور سودی قرضے جدید ماہرین معاشیات کا کہنا ہے کہ سرمایہ دارنہ نظام جب سے اپنے ابتدائی ''دورِ خیر'' (جب معاشرے نے مشین کی ایجاد کی وجہ سے کافی ترقی کی اسے نکل کر موجودہ ''دورِ شر'' میں داخل ہوا ہے قومی قرضوں پر اس کا انحصار بہت بڑھ گیا ہے چنانچہ بینک قائم ہوئے اور انہوں نے مالی کاروبار اس طرح استوار کیا کہ وہ بھاری سود پر حکومتوں کو قرضے دینے لگے۔ حکومتیں ترقیاتی سکیموں کو عملی جامہ پہنانے اور دوسری سماجی خدمات انجام دینے کے لئے ان بینکوں سے جو قرضے لیتی ہیں ان کے سود بھی ان حکومتوں کے شہری ادا کرتے ہیں حکومتیں مجبور ہیں کہ مختلف محاصل میں اضافہ کر کے ان قرضوں کو مع سود ادا کریں اس طرح ہر فرد سود خوروں کو یہ ''جزیہ'' ادا کرنے میں شریک ہے۔

اسلامی معیشت کے ماہر سید قطب شہید اپنی کتاب ''فی ظلال القرآن'' میں سود کی مضرت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سود کی مضرت یہاں تک بڑھ چکی ہے کہ اس کے ایک مغربی نقاد جرمنی کے مشہور ماہر معاشیات ڈاکٹر شاخت ہیں جو جرمنی کے رائش بینک (Reich Bank) کے گورنر بھی رہ چکے ہیں۔

دمشق میں ۱۹۵۳ء میں اپنے ایک لیکچر میں انہوں نے کہا تھا کہ وہ الجبرا کے ایک (لامتناہی) سلسلہ حساب کے ذریعے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ دنیا کی ساری دولت معدودے چند سود خواروں کے ہاتھوں میں کھینچ آنے والی ہے اس لئے کہ سود پر قرض دینے والا ہمیشہ فائدہ حاصل کرتا ہے جبکہ قرض لینے والے کو کبھی فائدہ ہوتا ہے کبھی نقصان ظاہر ہے کہ ساری دولت بالآخر اس کے ہاتھوں میں آجائے گی جس کو

ہمیشہ فائدہ ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا تھا آج عملاً ایسا ہو رہا ہے کیونکہ آج دنیا کی بیشتر دولت کے اصل مالک چند ہزار افراد ہیں باقی سارے اصحاب ملکیت اور کارخانہ دار جو بینکوں سے قرض لے کر کاروبار کرتے ہیں اور ان کے مزدور وغیرہ سب انہی سرمایہ داروں کے تنخواہ دار ملازمین کی حیثیت رکھتے ہیں جن کی محنت کے ثمرات ان چند ہزار افراد کو ملتے ہیں۔ (۲۱) اور وہ بھی بغیر کسی محنت ومشقت کے سودی بینکوں کے ذریعے سودی معیشت چونکہ سرمایہ داری نظام کی خشتِ اول ہے اور مندرجہ بالا سطور میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سرمایہ داری نظام بیروزگاری کا سبب ہے لہٰذا سودی معیشت بھی بالواسطہ طور پر ایک اور سبب اور وجہ ہوئی۔

۳: اجارہ داری، سرمایہ داری کی دوسری بنیاد:

سرمایہ دارانہ نظام کی دوسری بنیاد شدید کاروباری مسابقت ومنافست ہے جس کے نتیجے میں چھوٹے چھوٹے کاروباری ادارے ختم ہو جاتے ہیں یا پھر سب مل کر بڑے بڑے کاروباری ادارے قائم کر لیتے ہیں تا کہ دوسرے اداروں سے مقابلہ کر سکیں اس سے اجارہ داری (Monopoly) جنم لیتی ہے اور اجارہ داری (Monopolint) کو یہ گوارنہیں ہوتا کہ کوئی دوسرا بھی بازار میں اسی جیسا مال لائے یا اسی مصنوعات تیار کرے۔ وہ تو بازار پر اپنا پورا کنٹرول چاہتا ہے تا کہ لوگوں سے من مانی قیمتیں وصول کر سکے اور نتیجتاً لوگوں کو ہر طرح کی شدت اور تنگی کا شکار کر کے ان کا جینا دوبھر کر دے۔ وہ دوسروں کے لئے اس بات کے مواقع ختم کر دیتا ہے کہ وہ بھی اسی طرح روزی کما سکیں۔ (۲۲)

۴: جنگ وجدل:

جیسا کہ سرمایہ داری کے ذیل میں یہ بیان ہوا ہے کہ جنگ عظیم دوئم کے نتیجے میں صرف امریکہ میں ۴۰ لاکھ افراد بے روزگار ہو گئے تھے جہادِ افغانستان کے نتیجے میں کتنے افراد بے روزگار ہوئے ہیں اس کے اعداد وشمار ابھی اکٹھے نہیں کئے گئے لیکن اخباری اطلاعات کے مطابق اس جہاد میں ۳۵ لاکھ سے زیادہ افغان مجاہدین نے جامِ شہادت نوش کیا ان کے بچے یتیم اور بیویاں بیوہ ہو گئیں تو اندازاً اسی قدر افراد بے روزگار ہوئے ہوں گے۔ حال ہی میں خلیج کی جنگ میں ہزاروں عراقی کام آئے نتیجتاً بے روزگاری میں اضافہ ہوا۔

۵: ہجرت اور ترک وطن:

اسلام میں سب سے پہلی ہجرت ہجرتِ حبشہ اول تھی پھر ہجرتِ حبشہ ثانی اور ہجرتِ مدینہ کے نتیجے کے طور پر مہاجرین اپنے تمام مال ومتاع، مکان، دکانیں اور زمینیں وغیرہ مکہ میں چھوڑ کر حبشہ اور مدینہ میں بے سروسامانی کی حالت میں وارد ہوئے یہ تو سرورِ کونین ﷺ کی فراست کا نتیجہ تھا کہ آپ نے مؤاخاۃ کے ذریعے بے روزگاری کے اس گھمبیر مسئلے پر قابو پالیا۔ یہ امداد باہمی کی بھی ایسی مثال ہے کہ دنیا کا کوئی مہذب اور جدید سے جدید معاشرہ اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔

اسی طرح حال ہی میں جہادِ افغانستان کے نتیجے میں ۳۰ لاکھ سے زائد افغانی بوڑھے، بچے اور عورتیں جو لڑنے کے قابل نہیں تھے ہجرت

کر کے پاکستان میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے اور کچھ نے ایران میں پناہ لی۔ عراق کی جنگ میں بے شمار عراقی دوسرے عرب ممالک میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ جس سے ظاہر ہے بے روزگاری میں اضافہ ہوا۔ قیام پاکستان کے وقت بھی یہی مسئلہ درپیش ہوا تھا۔ کروڑوں مہاجرین کی آبادکاری اوران کو مناسب روزگار فراہم کرنا پڑا نو مولود پاکستانی ریاست کا سب سے بڑا اوراہم مسئلہ تھا۔

۶: سُحت واستحصال:

فرمانِ الٰہی ہے: وتری کثیرا منھم یسارعون فی الاثم والعدوان واکلھم السحت لبئس ما کانو یعملون . (المائدہ) (۶۲)

ترجمہ:۔ان اہلِ کتاب میں تم بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ وہ گناہ اور ظلم وزیادتی کے کاموں اور سحت (Exploitation) کھانے کی طرف لپکتے ہیں۔ان کے کرتوت بہت برُے ہیں۔(۲۳)

مسئلے کا اسلامی حل:

اسباب ووجوبات معلوم کرنے کے بعد آیئے یہ دیکھتے ہیں کہ مسئلے کا حل اسلام کیا بتاتا ہے۔

زکوٰۃ وعشر اور خمس اور صدقۂ فطر:

مغربی ماہرین معاشیات نے بے روزگاری کا حل زیادہ بچت کو قرار دیا ہے تاکہ اس سے مزید سرمایہ کاری کی جاسکے جبکہ اسلام نے اس کا حل انفاق کو تجویز کیا ہے۔جس کی ایک منظم صورت زکوٰۃ عشر اور خمس وغیرہ ہیں۔

اوائلِ اسلام میں چونکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ مشرکین مکہ سے تھا جن کی سخاوت اور فیاضی اگرچہ ضرب المثل تھی عام دعوتیں کرنا اوران پر دل کھول کرخرچ کرنا ان کی قدیم روایت تھی عرب اسی پر فخر کرتے تھے کہ ان کے چولہوں کی آگ کبھی بجھتی نہ تھی لیکن یتامیٰ ومساکین اور سائل ومحروم کی مدد کرنا بلکہ اسے ان کا حق سمجھنا ان کے لئے ایک نئی بات تھی۔ یہاں آکر ان کے دادودہش کرنے والے ہاتھ رک جاتے تھے کہ جس وجہ سے قرآن ان کو بخیل قرار دیتا ہے۔اور مکی سورتوں میں جابجا ان کے اس بخل کی مسنت کرتا ہے،جیسا کہ اس دور کی ایک سورۃ حٰم السجدہ (جو آپ کے چچا حضرت حمزہؓ کے ایمان لانے کے بعد اور حضرت عمرؓ کے ایمان لانے سے پہلے نازل ہوئی) (۲۴) میں ان الفاظ میں ان کی مذمت کی گئی ہے:۔وویل للمشرکین الذین لایؤتو ن الزکوٰۃ وھم بالآخرۃ ھم کافرون .

ترجمہ:۔تباہی ہے ان مشرکین کے لئے جو زکوٰۃ ادانہیں کرتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔(۲۵)

اس آیت میں زکوٰۃ کے لفظ کا استعمال یہ ظاہر کرتا ہے کہ ہجرت حبشہ سے قبل مکہ کے مسلمانوں میں زکوٰۃ کے حکم پر عمل شروع ہو چکا تھا۔ اس کی تائید ہجرت حبشہ کے بعد شاہ نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ (مہاجرین کے قائد) کی تقریر سے بھی ہوتی ہے جس میں سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے ذیل میں ادائیگی زکوٰۃ کے حکم کا بھی ذکر ہے۔(۲۶)

چونکہ اس آیت سے مشرکین مکہ پر تنقید ہے کہ وہ زکوٰۃ نہیں دیتے اس لئے بعض علمائے زکوٰۃ نہ دینے سے مراد یہ لیا ہے کہ وہ توحید کا اقرار

نہیں کرتے لیکن اکثر مفسرین نے اس سے زکوٰۃ المال ہی مرادلیا ہے۔امام ابن جریر بھی اسی کو مختار کہتے ہیں۔اگرچہ صدقے اور زکوٰۃ کی اصل کا حکم تو نبوت کی ابتداء میں ہی تھا جیسے فرمان الٰہی ہے:"**واتو حقه' یوم حصاده**"جس دن کھیت کاٹو اس کا حق دیا کرو۔

ہاں زکوٰۃ جس کا نصاب اور جس کی مقدار من جانب اللہ مقرر ہے وہ مدینے میں "۲" ہجری میں مقرر ہوئی۔(۲۷)

لیکن ابن ماجہ میں قیس بن سعد بن عبادہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ "۲" ہجری میں زکوٰۃ الفطر کا حکم نافذ ہوا۔

اس لئے کہ اس دور میں ایمان لانے والوں کی ایک معتد بہ تعداد پہلے ہی سے مفلس اور تنگدست تھی جبکہ مقابلہ میں مکہ کے بڑے بڑے مال دار و ساہوکار مسلمانوں کے مخالف تھے جو مسلمانوں کو ایمان لانے کی پاداش میں سخت اذیتیں دیتے تھے ان کا سماجی اور معاشی قطع تعلق کرتے (جیسا کہ شعب ابی طالب میں کیا) اس کا واحد حل یہی کہ ان مسلمانوں کو جو کچھ کھاتے پیتے تھے یا اہلِ ثروت تھے انفاق پر ابھارا جائے اس کے لئے اسلام نے اسی دور میں **اطعام المسکین . الحض علی الاطعام . انفاق . انفاق فی سبیل الله .** زکوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ کے پرزور الفاظ کے ذریعے ان میں انفاق کا جذبہ پیدا کیا۔اسی طرح کے انفاق نہیں نکالے جانے والے مال کے مصارف نشاندہی بھی مکی آیات میں ہی کردی گئی تھی:

"انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها والمؤلفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین فی سبیل الله وابن السبیل فریضة من الله . والله علیم حکیمo"

ترجمہ۔صدقات تو دراصل فقراء اور مساکین کے لئے ہیں اور ان کارکنوں کے لئے جو صدقات کی تحصیل پر مقرر ہوں اور ان لوگوں کے لئے جن کی تالیف قلوب مطلوب ہو اور لوگوں کی گردنیں بند اسیری سے چھڑانے کے لئے اور قرضداروں کے لئے فی سبیل اللہ خرچ کرنے کے لئے اور مسافروں کے لئے۔

بالآخر "۹" ہجری میں سورۂ توبہ کی آیت صدقات میں پہلے ذکر کردہ مدات میں چند مزید مدات کے اضافہ کے ساتھ مجموعی طور پر یکجا ذکر کرکے فریضۃ من اللہ کے الفاظ کے ساتھ آٹھ مصارفِ زکوٰۃ کی حتمی طور پر تحدید کردی گئی۔(۲۸)

ہجرت کے بعد مدینہ میں جب مسلمانوں کا اول روز سے ہی ایک آزاد اور خودمختار معاشرہ قائم ہوگیا تو انفاق اور زکوٰۃ کے ان احکام پر جو مکی آیات میں محض اجمالی طور پر بیان ہوئے تھے نہ صرف زیادہ تفصیل اور وضاحت سے بیان کئے گئے تھے بلکہ ان پر عمل درآمد کے لئے باقاعدہ تنظیم بھی قائم کی گئی۔

چنانچہ مدینہ میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پہلی تقریر میں ہی زکوٰۃ وانفاق کے سلسلہ میں ہر مطالبہ کیا کہ ہر وہ شخص جو تھوڑی بہت استطاعت رکھتا ہے اللہ کی راہ میں کچھ نہ کچھ ضرور دے۔(۲۹)